Tafsir Surah Ikhlas

URDU

(BY ALLAMA MUHAMMAD IQBAL)

IQBAL AND IBRAHIM (A.S)

تفسیر سورۂ اخلاص

علامہ محمد اقبال (چارۂ آزارِ ما)

مترجم: ایس ایچ قادری

آج ہم اپنی ہمہ جہتی زوال کی جس آزاری میں مبتلا ہیں اس سے نکلنے کا کوئی چارہ نظر نہیں آتا۔ ہم انفرادی و اجتماعی طور پر اوراد وظائف کے ہر حیلے اپنا چکے مگر ذلت و رسوائی کی کالی گھٹائیں سروں سے چھٹنے کا نام ہی نہیں لیتیں۔ پھر تلاوت قرآن کو وسیلۂ نجات بنانے کے مشورے ہوئے کہ یہ کتابِ نجات ہے اس سے امتِ مسلمہ کی توقیر بحال ہوجائے گی مگر معاشی و مادی وسائل میں گھری اُمت کے پاس اتنا وقت کہاں کہ پورا قرآن سمجھ کر پڑھ لیں؟ پھر اختصار کا راستہ اپنایا گیا کہ صرف سورۃ اخلاص پڑھ لیں اسے تین بار دہرانے سے پورے قرآن کا ثواب مل جائے گا یعنی جو حاصل پورے قرآن کو پڑھ کر ہوگا وہی حاصل سہ بار اِس سورۃ کو دہرانے سے ہوگا یعنی نجات یقینی ہوگی۔ ہم جو پہلے ہی سہل پسند اور اختصار پسند تھے اسی ایک سورۃ کو یاد کرلیا پھر نماز کی ہر رکعت، ایصالِ ثواب کی ہر محفل میں اسے اپنا معمول بنالیا کہ اب تو نجات ہو ہی جائے گی۔

عرصہ دراز گزر گیا سورۂ اخلاص پڑھی اور پڑھائی جارہی ہے ہم نے بڑے بڑے علمائے کرام، حفاظ، قرأ سے یہ سورۃ پڑھی بھی سنی اور یاد بھی کی۔ آئیں حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اِس سورۃ کو پڑھ لیں شاید ہماری آزاری کا کوئی چارہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ہی اپنا استاد ماننے سے بن جائے۔ اِس سورۃ کو آپ نے اسرارِ خودی اور رموزِ بیخودی کے مطالب کے خلاصہ کے طور پر پیش کیا ہے گویا اسرار و رموز اسی سورۃ کی تفصیل ہے۔ ایک وضاحت کو ذہن نشین کرلیں کہ علامہ اقبال نے اپنی نظم میں یہ وضاحت کی ہے کہ سورۂ اخلاص کی یہ تفسیر اُن کی اپنی کی ہوئی نہیں بلکہ ایک رات خواب میں سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ سے ملاقات کا شرف نصیب ہوا اور آپ نے اُمتِ مُسلمہ کو آزار کی صورتِ حال سے نکلنے کا راستہ بتاتے ہوئے سورۂ اخلاص کی یہ تفسیر فرمائی۔ جس کا عملی نتیجہ ہم یہی اخذ کرسکتے ہیں کہ مومن اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر اور اپنے کردار میں اُس کی بُرہان بن جائے۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ o

(کہہ دو وہ اللہ ایک ہے)

اس کی تفسیر میں اقبال نے فرماتے ہیں۔

''ایک رات میں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خواب میں دیکھا اور آپ کے راستے کی خاک سے پھول چُنے۔ وہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کے احسانات ہمارے مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب انسانوں سے بڑھ کر ہیں۔ جو ہمارے اس کوہِ سینا (وجودِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم) کے کلیمِ اوّل ہیں۔ آپ کی ہمت اور ایثار، اس ملت کے کشتِ ویراں کے لیے مانندِ ابر ہے۔ آپ ثانئ اسلام، ثانئ غار، ثانئ عریشِ بدر اور صاحبِ قبر ہیں۔

مَیں نے عرض کیا اے عشقِ حقیقی کے اخص الخواص آپ ہی کا عشق، عشقِ حقیقی کے دیوان کا مطلع (پہلا شعر) ہے۔ ہمارے مقاصد کی اساس آپ کے دستِ مبارک سے ہی مضبوط ہوئی ہے۔ آج بھی ہماری اس (ذلّت و رسوائی کی) آزاری سے نکلنے کی کوئی چارہ جوئی فرمائیں۔''

''آپ رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا (اے اقبال) تُو کب تک ہوا و ہوس کا اسیر رہے گا۔ سورۂ اخلاص سے مدد مانگ (اس میں تمہاری آزاری سے چھٹکارے کا سامان موجود ہے) دیکھو سینکڑوں سینوں میں ایک ہی سانس آجارہا ہے یہ بھی توحید کے بھیدوں میں سے ایک بھید ہے''

''تم بھی اُس کے رنگ میں رنگ جاؤ، اُسی جیسے نظر آؤ گے اور اِس دنیا میں اُس کے جمال کا

IQBAL AND IBRAHIM (A.S)

مظہر بن جاؤ گے ۔ وہی (حضرت ابراھیم علیہ السلام) جس نے تمہارا نام مسلمان رکھا تو کثرت سے نکال کر وحدت میں لے آیا۔ (اور تمہاری حالت یہ ہے کہ) تم نے اپنے آپ کو کبھی تُرک کبھی افغان کہا (اس طرح اپنی وحدت کو پارہ پارہ کردیا) تم پر افسوس کہ تو زمانۂ جہلیّت میں جو کچھ تھا وہی رہا۔

(اے اقبال) قوم کو اِن مختلف ناموں سے نجات دلاؤ۔ صراحی (مرکز) سے رابطہ استوار رکھو اور اس قوم کے جام و ساغر (تفریق و تقسیم) سے کنارہ کش ہوجاؤ۔ تم اپنی نام و ناموس کے پیچھے پڑے ہو گویا تم اپنے (اصلی) درخت سے کچے پھل کی طرح گر گئے ہو۔ دو رنگی کو چھوڑ کر یک رنگ ہوجا۔ اپنی وحدت کو پارہ پارہ نہ کر۔ اے توحید کے پرستار! اگر تو حقیقتاً تو ہی ہے تو دوئی کی درس و تدریس چھوڑ دے۔"

"تم نے خود اپنا دروازہ اپنے آپ پر بند کرلیا جو کچھ زبان پر ہے اسے دل میں بھی جگہ دو (زبان پر اللہ ہے تو اسے دل میں بھی اُتارو، زبان پر کلمۂ توحید ہے تو دل میں بھی ہو۔ زبان و دِل کا اتحاد قائم کرو) تم نے ملّتِ واحدہ کو سینکڑوں قوموں میں تقسیم کرڈالا گویا اپنی وحدت کے قلعے پر خود ہی شبخون مارڈالا۔"

"تم ایک ہوجاؤ اور توحید کا عملی نقشہ دنیا کو پیش کرو (تاکہ اغیار بھی اس سے مستفید ہوں) کلمہ توحید میں جو راز پوشیدہ ہے اسے عمل کے ذریعے ظاہر کرو (تاکہ کوئی تمہیں اپنا آئیڈیل بنائے)۔ عمل (پریکٹیکل) کے ذریعے ہی ایمان کی لذت میں اضافہ ہوتا ہے۔ وہ ایمان مردہ ہوجاتا ہے جس پر عمل (کا دم درود) نہ کیا جائے۔"

اَللّٰہُ الصَّمَدُ o

(اللہ بے نیاز ہے)

"اگر تو نے خدائے بے نیاز سے دل وابستہ کرلیا ہے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ تو اسباب کے دائرے سے نکل گیا ہے اس لیے کہ اللہ کا بندہ اسباب کا بندہ نہیں ہوسکتا کیونکہ زندگی محض معیشت کے کنویں کا چرخہ نہیں (کہ انسان صبح شام اقتصادی مسائل میں ہی الجھا رہے) اگر تو مسلمان ہے تو خدا کے سوا ہر شئے سے بے نیاز ہوجا (اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس) اور دنیا کے لیے سراپا خیر بن جا۔ دولت مند کے پاس جاکر شکوۂ روزگار نہ کر اپنے ہاتھ کو اپنی آستین سے باہر نکال کر گدائی نہ کر۔ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مانند نانِ شعیر کو اپنا شعار بنالے، مرحب جیسے زور آور سردار کی گردن توڑ دے اور خیبر جیسے مستحکم مقام کو فتح کرکے اپنا قبضہ جما۔"

"ثروت مندوں کا احسان کیوں لیا جائے؟ ان کے ہاتھ سے "ہاں" یا "نہیں" کا زخم کیوں کھایا جائے؟ (کہ ہاں کی صورت میں وہ دباؤ میں رکھیں گے اور انکار کی صورت میں تم احساس کمتری کا شکار رہوگے) تم اپنا رزق کم ظرف لوگوں کے ہاتھ سے نہ لو، تُو تو (اپنے مصر کا) یوسف (علیہ السلام) ہے اپنے آپ کو ارزاں نہ کر تو بے بہا ہے۔ اگرچہ تیری حیثیت چیونٹی کی سی ہو، بے بال و پر بھی ہو پھر بھی تیرے لیے زیبا نہیں کہ تو کسی سلیمان کے سامنے فریاد کناں ہو۔"

نہ کر منت خواج خضر دی تیرے اندر آب حیاتی ہو

"حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے فرمان کے مطابق ضروریات دنیا کم کردے اور آزادانہ زندگی بسر کر۔ جہاں تک ہوسکے کیمیا بن (اپنی قابلیت پیدا کر) خاک نہ بن (جسے ہر کوئی پاؤں تلے روندتا پھرے) اس جہاں میں تجھے بخشش کرنے والا ہونا چاہیے سوالی نہیں (اور یہ اللہ کی صفت صمدیّت اپنائے بغیر ممکن نہیں ورنہ انسان ثروت مند ہوکر بھی سوالی ہی رہتا ہے) تو حضرت بوعلی قلندر (رحمۃ اللہ علیہ) کے مقام و مرتبے کو پہچانتا ہے میں انہی کے جام سے تجھے فیض یاب کرتا ہوں؛

پشتِ پا زن تختِ کیکاؤس را
سر بدہ، از کف مدہ ناموس را

(بوعلی قلندر)

کیکاؤس (ایران کے قدیم بادشاہ) کا تخت ٹھکرا دے، سر کٹوا دے مگر اپنی عزت و ناموس کی پیشانی کو کسی غیر کے سامنے خم نہ کر۔ کیوں کہ صفتِ صمدیّت کے مالک تہی دستوں کے لیے مے خانوں کے دروازے خود بخود کھل جاتے ہیں (یہ ازل سے سنّتِ الٰہی ہے)"

مسلمانوں کے خلیفہ ہارون الرشید کا واقعہ سنیں؛

"وہی ہارون الرشید جس کی تلوار کی دھار کا مزہ (مشرقی رومی سلطنت کے بادشاہ) فغفور نے بھی چکھا ہے۔ (یعنی ان کا بہت ہی رعب و دبدبہ تھا) ہارون الرشید نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ اے قوم کے آقا! آپ کے در کی خاک سے قوم کی پیشانی منوّر ہے۔ آپ باغِ حدیث کے

allurdubooks.blogspot.com

IQBAL AND IBRAHIM (A.S)

نغمہ سنج ہیں۔ میری خواہش ہے کہ میں بھی آپ سے حدیث کے اسراروں کو سیکھوں۔ لعل (ہیرا) کب تک ملکِ یمن کے پردوں میں پنہاں رہے گا؟ آیئے دارالخلافت (بغداد) میں قیام فرمایئے۔ عراق کے دن خوب روشن ہیں، یہاں پُر نظر حسین نظارے ہیں اس کے انگور سے آبِ خضر (آبِ حیات) ٹپکتا ہے۔ اس کی مٹی زخمِ مسیحا کے لیے مرہم ہے (یعنی یہاں بہت ہی خوشحالی ہے یہاں تشریف لے آئیں آپ بہت ہی خوش رہیں)۔

(امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ مسجد النبی میں درس دیا کرتے تھے)

امام مالکؒ نے جواب دیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خادم ہوں حضورؐ کے عشق کے سوا میرے ذہن میں کوئی خیال نہیں میں حضورؐ کے دامن ہی سے وابستہ ہوں میں آپؐ کے حرمِ پاک سے اٹھ کر کہیں نہیں جاؤں گا، یثرب کی خاک کو بوسہ دینا میری زندگی ہے یہاں میری راتیں عراق کے دنوں سے بھی زیادہ خوشگوار ہیں۔ عشق حقیقی کا فرمان ہے کہ میرا حکم مان اور بادشاہوں کو بھی خدمت کے لیے قبول نہ کر۔ تو میرا آقا بننا چاہتا ہے، ایک بندۂ آزاد کو اپنا غلام بنانا چاہتا ہے میں تجھے تعلیم دینے تیرے در پر آؤں، قوم کا خادم تیرا ملازم نہیں ہوسکتا۔ تو اگر علمِ دین سے بہرہ ور ہونا چاہتا ہے تو میرا حلقہ نشین ہو جا۔''

حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ اس واقعہ کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ اللہ کی صفتِ صمدیّت کا کمال ہے۔

''بے نیازی میں بھی بڑے ناز ہیں اور ان نازوں کے بھی بے شمار انداز ہیں۔ بے نیازی کا مطلب بے مروّتی نہیں ہے بلکہ حق کا رنگ اختیار کرنے اور غیر کا رنگ اپنے پیراہن سے دھو ڈالنا بے نیازی ہے۔ اے مسلمان تو نے اغیار کا علم پڑھا اور اسی کو ذخیرہ کیا اسی کے غازہ سے اپنا چہرہ چمکایا تو انہی کی رسم و روایات کو اپنے لیے باعث عزت خیال کرتا ہے میں نہیں جانتا کہ تو تو ہی ہے یا کوئی غیر ہے۔ غیر کی بادِ نسیم سے تیری خاک بے آب و گیاہ اور گل و ریحان کی محرومی سے تباہ ہوگئی ہے۔ اپنے زمیں کو اپنے ہاتھوں سے تو ویران نہ کر۔ اغیار کے بادل سے بارش کی بھیک نہ مانگ۔ (مانگ مانگ کر تیری حالت یہ ہو چکی ہے کہ) تیری عقل افکارِ غیر کی پابند ہے۔ تیرے سُر میں جو تال ہے وہ بھی غیر ہی کا خیال ہے۔ تیری زبان کا کلام بھی مستعار ہے تیرے دل کا آرام بھی مستعار ہے (یعنی ان میں کوئی بھی چیز ایسی نہیں جو خالصتاً تیری ہو جس پر تو فخر کر سکے) تیری قمریوں کی صدائیں، تیرے سروؤں کی قبائیں سب دوسروں سے مانگی ہوئی ہیں۔ حد تو یہ ہے کہ تو جس جام میں مے کشی کرتا ہے وہ جام بھی دوسروں سے عاریۃً لیا ہوا ہے۔''

''آہ وہ پاک ذات جس کی نگاہ مازاغ البصر کی مالک ہے، جس میں نہ کجی ہے، جس کی شمع اپنے پروانوں کو بھی پہچانتی ہے، جانتے ہو وہ آ کر تم جیسے مسلمانوں کو دیکھ کر کیا کہے گی کہ تم مجھ سے نہیں ہو تمہارا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے تو اس وقت سوائے کفِ افسوس ملنے کے ہمارے پاس کیا ہوگا۔؟''

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ ایک تمثیلی انداز سے استحکامِ خودی کی وضاحت فرماتے ہیں

''ہستی کو صبح کی روشنی میں کب تک گم رکھو گے تم نے صبحِ کاذب (اغیار کی تہذیب) کا دھوکہ کھایا اور اپنے آپ کو ختم کر لیا۔ اپنی حقیقت پر نظر ڈالو، تم تو خود سورج ہو پھر دوسروں کے قمقموں سے روشنی کیوں لیتے ہو؟ تم نے اپنے دل پر غیر کا نقش بٹھا لیا ہے افسوس مٹی لیکر کیمیا گنوا دی۔ تم کب تک دوسروں کی چمک دمک کے بل بوتے پر مچلتے رہو گے؟ کب تک دوسروں کی بچی ہوئی شراب سے اپنے دماغوں کو ہلکا کرتے رہو گے۔؟ تم کب تک شمعِ محفل کے گرد گھومتے رہو گے؟ اگر دل رکھتے ہو تو اپنی ہی آگ میں جلو۔''

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی

''تم نظر کی مانند اپنے پردوں میں رہو۔ اُڑنا چاہتے ہو تو اُڑو مگر اپنی جگہ نہ چھوڑو۔'' (مرکز سے جدا نہ ہو)

''اے عقلمند! اس دنیا میں حُباب (بلبلے) کی مانند اپنے خلوت خانہ کو دوسروں سے محفوظ رکھ (یعنی انہیں اوپر سے سب کچھ دکھائی بھی دے لیکن وہ اندر نہ جا سکیں) فرد اس لیے فرد ہے کہ اس نے اپنی ہستی کو پہچان لیا ہے۔ قوم اس لیے قوم بنی کہ اس نے اپنی ہستی کو برقرار رکھا (یعنی فرد و قوم دونوں کی ہستی احساسِ خودی پر موقوف ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام سے آگاہ ہو اور اللہ کے سوا تمام اربابِ اختیار سے فراغت حاصل کر لے۔''

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں سیّدنا صدّیق اکبر رضی اللہ عنہٗ سے سورۂ اخلاص کی دو

IQBAL AND IBRAHIM (A.S)

آیات پڑھنے کے بعد اب تیسری آیت کا درس لیتے ہیں۔

لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝

(نہ اُس کی کوئی اُولاد، اورنہ وہ کسی سے پیدا ہوا)

''اے مسلمان! تیری قوم، رنگ و خون کی آلائشوں سے بالاتر ہے۔اس قوم کے ایک سیاہ فام کی قیمت سینکڑوں گورے ہیں (یہ فضیلت اسلام کی بدولت ہے نہ کہ رنگ کی بدولت) ہمارے کسی قنبر (یعنی غلام) کے آب وضو کا ایک قطرہ شہنشاہِ قیصر کے خون سے زیادہ گراں ہے۔ بس تو باپ، ماں اور چچاؤں جیسے رشتوں سے (اپنے قلب کو) فارغ رکھ۔حضرت سلمان فارسیؓ کی طرح اپنا رشتہ اسلام سے جوڑلے اور فرزندِ اسلام بن جا'' (حضرت سلمانؓ کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ سے نسب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ سلمان ابنِ اسلام)

''اے عقل مند دوست میں تجھے ایک نکتہ بتاتا ہوں۔تو شہد کے چھتہ کے خانوں میں شہد پر نظر ڈال۔مکھیاں (مختلف الانواع) رس چوس چوس کر شہد بناتی ہیں۔کوئی قطرہ لالے کے سرخ پھول سے لیا جاتا ہے کوئی نرگس شہلا سے لیکن کبھی تو نے سنا ہے کہ کسی قطرے نے کہا ہو میری اصل نرگس ہے اور دوسرے نے کہا ہو میں نیلوفر کے رس سے بنا ہوں''؟ (یعنی مرکز کی یہ خاصیت ہے کہ وہ انفرادیت کو اپنے اندر جذب کر کے ایک اجتماعی انفرادیت پیدا کرتی ہے جیسے مختلف رس ایک مرکز پر پہنچ کر ایک ہی رنگ اختیار کر جاتے ہیں) ہماری ملت بھی شہد کا وہ چھتہ ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھوں تیار ہوا۔اس میں شہد آپ کے ایمان کا عملی مشاہدہ ہے (جو آپ کی زبان پر بھی جاری ہوا) اگر نسب اور نسل کو ملت کا جز بنائے گا تو ظاہر ہے اخوت کے کارخانے میں رخنہ پیدا ہو جائے گا۔(اگر تو ابھی تک اسی تقسیم کی فکر پر قائم ہے تو) یاد رکھ ہماری زمین میں تیرا ریشہ جڑ نہیں پکڑ سکتا کیونکہ تیرے افکار و خیالات ابھی تک غیر مسلم ہیں۔حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ (کی مثال لیں) جو عشق کا چراغ جلانے والے تھے ان کا تن من سراپا عشق کی حرارت تھا (یعنی ان کی مقدس ذات عشقِ حق کیلئے وقف ہو چکی تھی) ان کے برادر دینی نے وفات پائی اس صدمہ سے ان کا سینہ جل اٹھا اور دل کا آئینہ پگھل کر پانی ہو گیا۔ان کی گریہ وزاری کی انتہا نہ تھی بھائی کے غم میں وہ ماؤں کی طرح آہ و فغاں کرتے (کہتے تھے) افسوس! وہ عقیدت کا سبق لینے والا جو نیاز مندی کی درس گاہ میں میرا رفیق تھا۔افسوس! سرو کی طرح بلند قامت میرا بھائی جو عشقِ نبیؐ کی راہ میں میرا ہمسفر تھا افسوس! وہ رسول اللہ کے اس دربار سے محروم ہو گیا جبکہ میری آنکھیں حضورؐ کے دیدار سے روشن ہیں ہمارا تعلق روم و عرب سے پیوند نہیں ہے نہ ہی ہمارا نسب جغرافیائی حدود کا پابند ہے (ہمارا رشتہ تو اس سبب سے ہے کہ) ہم نے محبوبِ حجازی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کو دل میں بسایا ہے اسی لیے ہم باہم پیوستہ ہو گئے ہیں۔اس محبت سے بڑھ کر ہمیں کسی تعلق کی حاجت نہیں۔ہماری آنکھوں کو آپ کے دیدار کے سوا کسی نشہ کی ضرورت نہیں۔آپؐ کا عشق ہی ہماری جمعیت کا سرمایہ ہے جو ملت کی رگوں میں خون کی مانند گردش کر رہا ہے۔''

قُوّتِ مذہب سے مستحکم ہے جمعیّت تیری

''آپ کا عشق ہماری روح میں پیوست ہے جبکہ نسب صرف مادی جسم تک محدود رہتا ہے۔عشق کا رشتہ نسب کے رشتے سے محکم تر ہے اگر تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لو لگائی ہے تو مادی نسب سے لاتعلق ہو جا (یہ ''لم یلد ولم یولد'' کی علامت ہو گی) بلکہ ایران و عرب (جیسے وطنی بتوں) سے بھی رشتہ توڑ ڈال (اور پوری کائنات کو اپنا وطن اس کے تمام باشندوں کو اپنا ہم وطن خیال کر) رسول اللہ کی امت بھی حضورؐ کی طرح اللہ کا نور ہے (میں اللہ کا نور ہوں اور تمام مخلوق میرا نور ہے (حدیث) ہماری ہستی حضورؐ کے عشق سے پیدا ہوئی ہے۔اللہ کے نور کی اصل کون ڈھونڈتا ہے؟ (کہ کس کس کا تعلق کس کس علاقے سے ہے) جس خلعت کا تعلق حق سے ہوا سے تانے بانے کی کیا حاجت ہے؟ جس شخص کے پاؤں مُلک، باپ، دادا جیسی قیود کے پابند ہوں وہ ''لم یلد ولم یولد'' کی گہرائی اور گیرائی سے بالکل نابلد ہے (یعنی مسلمان نہ تو کسی جغرافیائی کشور و ولایت کا پابند ہے نہ نسب و رنگ کا۔جو مسلمان ان رشتوں میں جکڑا رہے گا وہ اس آیت پر سچے ایمان کا مستحق نہیں گردانا جا سکتا۔خالی زبانی تکرار سے کیا حاصل ہو گا؟

زبانی کلمہ ہر کوئی پڑھدا دل دا پڑھدا کوئی ہو

جو ''کوئی'' دل سے اس کلمہ کو پڑھ لیتا ہے وہ ''لم یکن لہ کفوا احد'' کا عملی پیکر بن جاتا ہے۔آمین!

IQBAL AND IBRAHIM (A.S)

سیّدناصدّیق اکبررضی اللہ عنہٗ اورعلامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے اِس مکالمے سے اس آخری آیت کو بھی سمجھ لیں۔

لَمْ یَکُن لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ ○

(نہ ہی اُس کا کوئی ہمسر ہے)

''وہ مسلمان، جس نے دنیا و مافیھا کی طرف سے اپنی (دل کی) آنکھیں بند کر لی ہیں اس کی حقیقت کیا ہے؟ (اللہ نے جب سے دنیا بنائی ہے اس کی طرف ایک نگاہ سے بھی نہیں دیکھا) جس نے اللہ کو اپنے دل میں پیوستہ کرلیا ہے اس کی فطرت کے بارے میں کیا سمجھا جائے؟ (فطرۃ اللہ فطر الناس علیھا) اس کی مثال اس گل لالہ کی ہے جو پہاڑ کی چوٹی پر اگتا اور وہیں نشو ونما پاتا ہے۔ کسی گل چین کا گوشۂ دامن اس نے نہیں دیکھا (یعنی کسی دنیا دار پھول چننے والے کا ہاتھ اس تک نہیں پہنچا) اس گلِ لالہ کی آگ سحر کی ابتدائی سانسوں سے بھڑکتی ہے۔ آسمان اسے اپنی گود سے باہر نہیں جانے دیتا اور اسے بھی اپنا ایک تارا خیال کرتا ہے جو چلتے چلتے پیچھے رہ گیا ہو۔ سب سے پہلے سورج کی کرن اسے چومتی ہے اور شبنم اس کی آنکھوں کا بوسہ لے کر اس سے نیند کا گرد غبار دھوتی ہے۔'' (یعنی پوری کائنات اسی کے گرد گردش کرتی ہے اور وہ اس کا نظارہ بلندیوں سے کرتا ہے)

''اے مسلمان! تجھے خدا کی اس صفت سے رشتہ مستحکم کر لینا چاہیے جو ''لم یکن لہ کفوا احد'' میں بیان ہوئی (یعنی اس کے برابر کوئی نہیں) یہ رشتہ مستحکم ہو جائے گا تو تُو دنیا کی قوموں میں بے مثال بن جائے گا۔ وہ پاک ذات جو واحد ہے کوئی اس کا شریک نہیں تو اس کا بندہ بھی کوئی شریک گوارا نہیں کرسکتا۔ مومن ہر بالا سے بالاتر ہے۔ اس کی غیرت کسی ہم سر کو برداشت نہیں کرسکتی وہ لاتحزنوا (دنیا کا غم نہ کھاؤ) کا خرقہ پوش ہے وہ انتم الاعلون (تم ہی غالب ہو) کا تاج سر پر سجائے ہوئے ہے (اس کی طاقت کا تم کیا اندازہ کرو گے؟) وہ دونوں جہانوں کا بوجھ اپنے کندھے پر اٹھالیتا ہے۔ بحر و بر اس کی آغوش میں پرورش پاتے ہیں۔ ہمیشہ آسمانی بجلی کی کڑک پر ہمہ تن گوش رہتا ہے اگر برق گرتی ہے تو ہمہ تن دوش ہوتا ہے (یعنی آسمانی مصائب کا بوجھ اپنے کندھوں پر ڈال لیتا ہے) باطل کے مدِ مقابل ہو تو مانندِ تیغ ہے حق کی حفاظت کا موقع آئے تو سِپَر (ڈھال) کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ اس کے امر و نہی (احکامات) خیر و شر کا معیار ہیں (یعنی مومن جس چیز کا حکم دے وہ نیکی اور جس چیز سے روکے وہ بدی ہے) اس کے انگارے کی تہہ میں سینکڑوں شعلے ہیں اور زندگی کو اسی کے جوہر سے درجۂ کمال حاصل ہوتا ہے۔ بے ہنگم شور و غوغا کی اس دنیا میں مومن کی تکبیر کے سوا کوئی نغمہ پیدا ہی نہیں ہے۔'' (یعنی اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے)

''عفو و درگزر، عدل و انصاف اور سخاوت و احسان میں وہ عظیم تر ہے بلکہ اس کے قہر و جلال میں بھی اس کا مزاج کریمی ہوتا ہے۔ دلوں کی بزموں میں اس کا ساز دلنواز ہوتا ہے۔ میدانِ کارزار میں اس کا سوز آہن گداز ہوتا ہے۔ باغوں میں وہ بلبلوں کا ہم صفیر ہے بیابانوں میں وہ شہبازِ صید گیر ہے۔ اس کا دل زیرِ آسمان آسودگی نہیں پاتا اس کے وجودِ خاکی کو بھی آسمان پر ہی قرار ملتا ہے۔ مومن ایک ایسا طائرِ لاہوتی ہے جو تاروں کو موتی سمجھ کر چُنتا ہے۔ (و فی السماء رزقکم وما توعدون) وہ اس فضا میں اڑتا ہے جو آسمان سے بھی آگے ہے۔'' (اس کی پرواز کی کوئی حد نہیں)

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

''(اے اس کی پرواز پر حسرت کرنے والے) تُو نے تو پرواز کے لیے کبھی پَر نہیں کھولے تیری کیا حیثیت ہے؟ تُو تو ایک کیڑا ہے جو مٹی کے نیچے اطمینان سے بیٹھا ہے۔ جانتا ہے کہ تو کیوں ذلیل ہوا؟ تیری ذلّت کا اصل سبب یہ ہے کہ تو نے قرآن کو چھوڑ دیا اور زمانے کی گردش کے شکوے کرنے لگا۔ اے شبنم کی طرح زمین پر گرنے والے! تیرے پاس ایک زندہ کتاب قرآن مجید کی شکل میں موجود ہے (جا کسی زندہ دل سے پڑھ کر اس سے زندگی کا سبق لے) تو کب تک زمین سے چمٹا رہے گا؟ (اور ذلّت و خواری کی موجودہ حالت کو برداشت کرتا رہے گا؟) اُٹھ جو سر و سامان بھی تیرے پاس ہے اسے اُٹھا اور اُچھال کر آسمان پر پہنچا دے۔''

اُٹھ کہ خورشید کا سامانِ سفر تازہ کریں
نفسِ سوختۂ شام و سحر تازہ کریں

یقین کامل ہے کہ رفیقِ رسول حضرت ابو بکر صدیق کے علامہ اقبال کو دئے گئے درسِ سورۂ اخلاص پڑھنے کے بعد اسے دورانِ عمل لانے سے ہماری آزاری کا کوئی چارہ بن جائے گا۔

☆☆☆